جناب حافظ صلاح الدین یوسف

زیارتِ قبور اور دعار کا صحیح اور مسنون طریقہ

زیارتِ قبور مسنون ہے۔ اس سے آخرت یاد آتی ہے تاہم آج کل عوام الناس کی اکثریت اس سلسلہ میں جن قباحتوں کا شکار ہو چکی ہے، ان کی بنار پر یہ باقاعدہ قبر پرستی کی صورت اختیار کر گئی ہے —— بہت سے لوگ مشاہد اور قبروں پر حاضری دیتے، صاحبِ قبر کو پکارتے اور اس سے استمداد کرتے ہیں ——
اس کی بنیاد ان میں رواج پا جانے والے درج ذیل غلط عقائد ہیں :

۱۔ فوت شدہ بزرگ کائنات میں تصرف کرنے کا، نفع نقصان پہنچانے کا اور ہر ایک کی دُور و نزدیک سے فریادیں سُن کر ان کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کا اختیار رکھتے ہیں —— یہ صورت صریحاً شرک ہے اور اس عقیدے کا حامل شخص مشرک ہے !

۲۔ وہ خود تو اختیارات نہیں رکھتے، لیکن چونکہ وہ مقربانِ بارگاہِ الٰہی ہیں، اس لیئے ان کے واسطے اور وسیلے سے دعار کی قبولیت کے زیادہ امکانات ہیں، ہم ان کے سامنے عرضِ حاجات کرتے ہیں، تب وہ اللہ کی بارگاہ میں ہماری دعاؤں کی قبولیت کی سفارش کرتے ہیں ——

یہ صورت بھی مشرکانہ ہے۔ کیونکہ اس میں وہی عقیدہ کارفرما ہے جو مشرکینِ مکہ رکھتے تھے۔ علاوہ ازیں یہ عقیدہ نصوصِ قرآن کے بھی خلاف ہے۔ قرآنِ کریم تو صاف صراحت کرتا ہے کہ قبر والوں کو کوئی بات نہیں سنائی جا سکتی ! — اور یہ صورت ہے ہی اس عقیدے پر مبنی کہ ہم جب چاہیں اور جو چاہیں، قبر والوں کو سُنا سکتے ہیں۔

۳۔ کسی قبر پر جا کر یا کسی بزرگ کا نام لے کر اس طرح دعار کی جائے کہ بحُرمتِ فلاں یا فلاں کے صدقے یا اللہ میرا فلاں کام کر دے، میری حاجت پوری فرما دے، فلاں مشکل سے نجات عطا فرما دے —— تو اس کی مراد بر آئے گی !

یہ صورت مشرکانہ تو نہیں، البتہ مُبتدعانہ ضرور ہے یا یعنی غیر مسنون طریقہ دعار ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نے اس طرح کبھی دعا نہیں مانگی، صحابہ کرامؓ نے بھی اس طرح دعا نہیں کی۔ کسی صحیح حدیث سے اس طرح دعا کرنے کا ثبوت نہیں ملتا۔

بنابریں دعا کے لیے کسی قبر پر جانے کی ضرورت نہیں، کسی کے جاہ وحرمت کا واسطہ دینے کی ضرورت نہیں۔ براہِ راست بغیر کسی واسطے اور وسیلے کے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیئے۔ البتہ اپنے نیک اعمال کے واسطے اور وسیلے سے دُعا کرنی جائز ہے۔ مثلاً یہ کہے: یا اللہ میں نے فلاں کام محض تیری رضا کے لیے کیا تھا۔ اس کے واسطے اور وسیلے سے میری دعا قبول فرمالے جس طرح کہ ایک حدیث میں تین شخصوں کا واقعہ ہے جو ایک غار میں پھنس گئے تھے، اور ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے نیک عمل کے واسطے سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے غار کا منہ کھول دیا اور وہ غار سے باہر آ گئے۔ قرآن کریم کی آیت: "وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ" (المائدۃ: ۳۵) میں یہی تقویٰ اور نیک اعمال کا وسیلہ مراد ہے۔

اسی طرح کسی زندہ نیک بزرگ کے ذریعے سے دعا کرانی بھی جائز ہے۔ جس طرح حضرت عمر فاروقؓ نے قحط سالی کے موقع پر عمِ رسولؐ حضرت عباسؓ سے دعا کروائی تھی۔

○ اسی طرح قبرستان جانا مسنون عمل ہے، لیکن مخصوص قبروں (جو مزار یا درگاہ کہلاتی ہیں) پر جانے سے اجتناب کیا جائے، کیونکہ وہ قبرستان کے حکم میں نہیں ہیں۔

○ قبرستان میں جانے کا مقصد موت کی یاددہانی اور دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ مستحضر کرنا ہے۔

○ قبرستان میں جاکر یہ مسنون دعا پڑھی جائے:

"اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ، نَسْاَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ" (رواہ مسلم، بحوالہ مشکوٰۃ، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور)

"اے (خاموش) گھروں کے مومن ومسلمان ساکنو! تم پر سلامتی ہو۔ اگر اللہ نے چاہا تو یقیناً ہم بھی تمہیں ملنے والے ہیں، ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے اور تمہارے لیے عافیت کے طالب ہیں۔"

اس میں مُردوں سے خطاب کر کے اللہ تعالیٰ سے اُن کے لیے اور اپنے لیے دعا کی گئی ہے۔ یہ دعا ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھلائی ہے۔ اور جس طرح سکھلائی ہے، اسی طرح پڑھنا ہمارے لیے ضروری ہے۔ مُردے ہماری یہ دُعا سُنتے ہیں یا نہیں سُنتے؟ ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں، نہ ان کو سُنانا

مقصود ہی ہے۔ مقصد تو صرف دعا رہے۔

- اس مسنون دعا یا ان کی مغفرت اور عذاب سے نجات کے لیے اپنی زبان میں دعا رکرنے کے علاوہ کسی اور چیز کا ثبوت نہیں جس طرح کہ بعض لوگ فاتحہ پڑھ کر یا کوئی اور قرآنی سورت پڑھ کر مُردوں کو بخشتے ہیں یا ان کی مغفرت کی دعار کے لیے اس طریقے کو ضروری سمجھتے ہیں، یہ طریقہ بالکل غلط ہے۔ مردوں کے لیے فاتحہ خوانی یا قرآن خوانی کا کوئی ثبوت نہیں ہے، نہ اس طریقے سے ان کے حق میں مغفرت کی دُعار ہی ہوتی ہے ——— کیونکہ سورۂ فاتحہ میں مُردوں کی مغفرت کے لیے کوئی دعائیہ الفاظ ہی نہیں ہیں۔ دعائیہ الفاظ تو اسی دعار میں ہیں، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قبرستان والوں کے لیے سکھلائی ہے، اور جس کے الفاظ ابھی نقل کیے گئے ہیں۔ اس لیے صرف یہی دعار قبرستان میں جاکر کرنی چاہیئے۔ ہاں یہ دعار یاد نہ ہو تو اپنی زبان میں مُردوں کی مغفرت کے لیے دعار کی جاسکتی ہے۔
- اپنے کسی عزیز کی خاص قبر پہ ہاتھ اٹھا کر مغفرت کی دعار کرنی بھی جائز ہے۔
- قبر پر پھول وغیرہ چڑھانے کا رواج بھی غیر مسنون ہے، جس سے اجتناب ضروری ہے۔
- قبروں پر چراغاں کرنا بھی ناجائز ہے۔ ایک تو یہ بدعت ہے، دوسرا اضاعتِ مال ہے، تیسرا آتش پرستوں کی نقل اور ان کی مشابہت ہے۔
- ہر جمعہ کو والدین کی قبر کی زیارت کرنے کی فضیلت میں ایک روایت آتی ہے، لیکن یہ روایت موضوع ہے (الاحادیث الضعیفہ، جلد ۱، رقم ۴۹۔ مشکوٰۃ بہ تحقیق البانی جلد ۱ ص ۵۵۴۔ باب زیارت القبور)
- اسی طرح شبِ برات، محرم یا دیگر خصوصی مواقع پر قبرستان جانا کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں۔ قبرستان جب چاہیں، جائیں۔ خصوصی موقعوں پر جانے کی ضرورت نہیں ہے۔

بعض لوگ بزرگوں سے استغاثہ و استعانت کے تو قائل نہیں ہوتے، لیکن "استفاضہ عن القبور" (قبروں میں مدفون بزرگوں سے روحانی فیض حاصل کرنے) کو تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ بزرگوں کی قبروں پر چلّہ کشی یا مراقبہ کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس طرح ان سے فیض حاصل ہوگا۔ یہ تصور بھی غلط ہے۔ اگر قبروں سے یہ استفاضہ جائز یا ممکن ہوتا تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک سے ضرور روحانی فیض و برکت حاصل کرتے ——— لیکن کسی صحابی نے ایسا نہیں کیا! اس لیے استفاضہ عن القبور بھی صوفیوں کی ایک ایسی بدعت ہے، جس سے شرک کا رستہ ہی ہموار ہوتا ہے۔

توحید کی تین قسمیں:

توحید کی تین قسمیں ہیں، توحیدِ ربوبیت، توحیدِ الوہیت اور توحیدِ صفات۔

۱۔ توحیدِ ربوبیت کا مطلب ہے کہ اس کائنات کا خالق، مالک، رازق اور مُدبّر صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اس توحید کو ملاحدہ وزنادقہ کے علاوہ تمام لوگ مانتے ہیں، حتیٰ کہ مشرکین بھی اس کے قائل رہے ہیں اور ہیں جیسا کہ قرآنِ کریم نے مشرکینِ مکہ کا اعتراف نقل کیا ہے۔

۲۔ توحیدِ اُلوہیت کا مطلب ہے کہ عبادت کی تمام اقسام کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اور عبادت ہر وہ کام ہے، جو کسی مخصوص ہستی کی رضا یا اس کی ناراضی کے خوف سے کیا جائے۔ اس لیے صرف نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ ہی عبادات نہیں ہیں، بلکہ کسی مخصوص ہستی سے دعا و التجا کرنا، اس کے نام کی نذر نیاز دینا، اس کے سامنے دست بستہ کھڑا ہونا، اس کا طواف کرنا، اس سے طمع اور خوف رکھنا وغیرہ بھی عبادات ہیں۔ توحیدِ اُلوہیت یہ ہے کہ یہ تمام کام صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے کیے جائیں۔

قبر پرستی کے مرض میں مُبتلا عوام و خواص اس توحیدِ اُلوہیت میں شرک کا ارتکاب کرتے ہیں اور مذکورہ عبادات کی بہت سی قسمیں وہ قبروں میں مدفون افراد اور فوت شدہ بزرگوں کے لیے بھی کرتے ہیں۔

۳۔ توحیدِ صفات کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جو صفات قرآن و حدیث میں بیان ہوئی ہیں، ان کو بغیر کسی تاویل اور تحریف کے تسلیم کریں، اور وہ صفات اس انداز میں کسی اور کے اندر نہ مانیں۔ مثلاً جس طرح اس کی صفتِ علمِ غیب ہے، یا دُور اور نزدیک سے ہر ایک آدمی کی فریاد سننے پر وہ قادر ہے، کائنات میں ہر طرح کا تصرف کرنے کا اسے اختیار حاصل ہے، یہ کسی دوسرے میں تسلیم نہ کی جائیں۔ اگر تسلیم کی جائیں گی تو یہ شرک ہوگا۔

افسوس ہے کہ قبروں کے پجاریوں میں شرک کی یہ قسم بھی عام ہے۔ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی مذکورہ صفات میں بہت سے بندوں کو بھی شریک کر رکھا ہے۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْہُ!

زیارتِ قبور کے وقت توحید کی یہ قسمیں بھی مستحضر رہنی چاہئیں، تا کہ کوئی مسلمان کسی بھی قبر والے کے اندر اللہ کی صفاتِ مخصوصہ میں سے کوئی صفت تسلیم نہ کرے، عبادت کی کوئی قسم اختیار کرنا، اُس کو اللہ کا شریک ٹھہرانا ہے۔ اسی کا نام شرک ہے، جو اللہ تعالیٰ آخرت میں معاف نہیں فرمائے گا۔

مشرک پر جنت حرام ہے۔

زیارتِ قبرِ نبویؐ کی شرعی حیثیت اور اس کا مسنون طریقہ:

زیارتِ قبور کے مسائل میں ایک نہایت اہم مسئلہ زیارتِ قبرِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ یہ تو ہر صاحبِ علم جانتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لَا تَتَّخِذُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا وَ صَلُّوْا عَلَیَّ حَیْثُمَا کُنْتُمْ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ تَبْلُغُنِیْ"۔ (قاعدہ عظیمۃ۔ امام ابنِ تیمیہ صد ۸۵)

"میری قبر کو عید (میلہ) نہ بنانا۔ تم جہاں کہیں بھی ہو، مجھ پر درود پڑھو۔ تمہارا درُود مجھ تک پہنچ جاتا ہے"۔

اسی طرح آپؐ کا یہ فرمان بھی ہے:

"لَا تَتَّخِذُوْا قَبْرِیْ وَثَنًا یُّعْبَدُ، اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰہِ عَلٰی قَوْمٍ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَاءِھِمْ مَسَاجِدَ"۔

(حوالہ مذکور، بہ تحقیقِ جدید، دار العاصمہ۔ ریاض۔ ۱۴۱۱ھ)

"میری قبر کو تم بت مت بنالینا کہ اس کی پوجا شروع کردی جائے۔ (یاد رکھنا) اُس قوم پر اللہ کا سخت غضب نازل ہوا، جس نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ (عبادت گاہ) بنالیا"۔

ان دونوں حدیثوں کا مفاد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ مبارک کو سدِّ ذریعہ کے طور پر زیارت گاہ نہ بنایا جائے، کیونکہ یہی چیز کسی بھی قبر کے عید (میلہ) یا عبادت گاہ بننے کا ذریعہ بنتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کسی کھلی جگہ پر بنانے کی بجائے حضرت عائشہ رضؓ کے حجرے میں بنائی گئی، تاکہ لوگوں کی وہاں آمدورفت زیادہ نہ ہو۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ کے دور میں ہم دیکھتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ مسجدِ نبویؐ میں نماز پڑھنے کے لیے آیا کرتے تھے، اسی طرح دوسرے شہروں سے بھی لوگ خلفائے راشدینؓ سے ملنے اور دربارِ خلافت میں بہت سے مسائل کے حل کے لیے آتے — جب کہ خلفائے راشدینؓ کا دربارِ خلافت، مسجدِ نبویؐ ہی تھا — لیکن لوگ زیارتِ قبرِ نبویؐ کے لیے حضرت عائشہ رضؓ کے حجرے میں جانے کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے، نہ کوئی وہاں جاتا ہی تھا۔ اگر صحابہ رضؓ و

تابعینؒ کے دور میں زیارتِ قبرِ نبویؐ کا یہ معمول ہوتا تو یقیناً کتابوں میں اس کا ذکر ہوتا۔ اہلِ تاریخ واہلِ سیر کی خاموشی واضح طور پر اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ عہدِ خیر القرون میں زیارتِ قبرِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو شرعی لحاظ سے بجا طور پر وہ اہمیت نہیں دی گئی، جو اہمیت اس مسئلے کو خیر القرون کے بعد عہدِ فساد و فتن میں دے دی گئی ہے —— بلکہ قبرِ نبویؐ کی زیارت کی فضیلت میں حدیثیں تک گھڑ لی گئی ہیں، حالانکہ اس کی بابت کوئی حدیث صحیح نہیں۔ امام ابنِ تیمیہؒ لکھتے ہیں:

"کل حدیث روی فی زیارة قبرہ فانہ ضعیف بل کذب موضوع"

(قاعدہ عظیمہ۔ص ۵۸)

یعنی تمام حدیثیں جو آپؐ کی قبر مبارک کی زیارت کے سلسلہ میں مروی ہیں، ضعیف بلکہ جھوٹی اور موضوع ہیں۔"

جہاں تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے حکم کا تعلق ہے، تو سلامؔ التحیات" میں "اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ" کے الفاظ میں پڑھ لیا جاتا ہے اسی طرح درود شریف بھی التحیات کے بعد پڑھ لیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں دیگر اوقات میں بھی درود پڑھا جاتا ہے اور اس کی بابت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ "تم جہاں کہیں بھی ہو، درود مجھ تک فرشتوں کے ذریعے پہنچا دیا جاتا ہے۔" اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اذان کے بعد جو شخص بھی: "اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَةَ وَالْفَضِیْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ" پڑھے گا، اس کے لیے میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔ اس دعا کے ذریعے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں دعائے خیر ہو جاتی ہے —— گویا چوبیس گھنٹوں یا شب وروز میں کم از کم پانچ مرتبہ یہ دعائے خیر، اور متعدد مرتبہ صلوٰۃ وسلام ہر مسلمان آپؐ کے لیے پڑھتا ہے۔ اس لیے قبر مبارک پر جانے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔ کیونکہ قبر پر جا کر بھی یہی کام کرنا مسنون ہے، جو ایک مسلمان دن اور رات میں متعدد مرتبہ کرتا ہے۔ صحابہ کرامؓ اور تابعینِ عظامؒ نے، جو شریعت کے صحیح رمز شناس تھے، اسی وجہ سے زیارتِ قبرِ نبویؐ کو معمول بنانے کی ضرورت نہیں سمجھی۔

اس کی ایک وجہ یہ حدیث رسولؐ بھی ہے:

"لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ۔ الحدیث!"

کہ "تین مسجدوں کے علاوہ کسی اور جگہ کا (تقربی) سفر نہ کیا جائے۔"

اس حدیث کے الفاظ خبر کے ہیں لیکن مقصود اس سے نہی ہے۔ کیونکہ اصول ہے کہ خبر کو خبر پر

محمول کرنا متعذر ہو تو اسے نہی پر محمول کیا جاتا ہے، جس طرح ایک اور حدیث کے الفاظ ہیں:

"لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ" (صحیح بخاری ومسلم، کتاب البیوع)

"کوئی شہری کسی دیہاتی کے لیے بیع نہ کرے"

اس میں انداز خبر کا ہے، لیکن مراد نہی ہے۔

اسی طرح قرآنِ مجید میں ہے:

"لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا" (البقرۃ: ۲۳۳)

"کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے"

یہ بھی صیغہ خبر کا ہے، لیکن معنی نہی کے ہیں۔ قرآنِ کریم اور احادیثِ مبارکہ سے اس کے مزید متعدد نظائر پیش کیے جا سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں اسے اگر لَا تَشُدَّ الرِّحَال پڑھ لیا جائے تو اس کی بھی گنجائش ہے اور یہ صیغہ نہی ہے۔ اس صورت میں تو نہی کے معنیٰ میں کوئی شبہ ہی نہیں رہتا۔

اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مذکورہ تین مساجد (مسجدِ نبویؐ، مسجدِ حرام اور مسجدِ اقصیٰ) کے علاوہ کسی بھی جگہ کا سفر ہی جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ مطلب لیا جائے گا، تو پھر تجارت، جہاد، طلبِ علم، کسی رشتے دار سے ملاقات یا کسی نیک آدمی کی زیارت وغیرہ، کسی بھی کام کے لیے سفر کرنا جائز نہیں ہوگا، جب کہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ تمام علماء، فقہاء و محدثین کا اتفاق ہے کہ مذکورہ مقاصد کے لیے سفر جائز ہے۔ کیونکہ ایسے سفر میں کسی مخصوص جگہ کا تقدس پیشِ نظر نہیں ہوتا۔ حدیث زیرِ بحث کا اصل مقصد یہ ہے کہ کسی بھی جگہ کو مقدس و متبرک سمجھ کر قربِ الٰہی کے حصول کے لیے اس کی طرف سفر نہ کیا جائے، سوائے ان تین مقامات کے! ____ مثلاً کوہِ طور، جہاں اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰؑ سے ہمکلام ہوا تھا ____

____ اگر کوئی شخص یہ سمجھ کر وہاں جائے کہ اس سے مجھے خصوصی اجر اور قربِ الٰہی حاصل ہوگا، تو اس نقطۂ نظر سے یہ سفر اس حدیث کے خلاف ہوگا۔ البتہ ایک تاریخی مقام کے دیکھنے کے نقطۂ نظر سے اس کا سفر جائز ہوگا۔

حدیث کے اسی مفہوم کے پیشِ نظر شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ اور دیگر بعض علماء نے یہ لکھا ہے کہ جب کوئی مسلمان مدینہ منورہ جانے کا ارادہ کرے تو زیارت اور تقرب کے لیے اس کی نیت مسجدِ نبوی کی ہونی چاہیے، جب وہ مسجدِ نبویؐ میں پہنچ جائے گا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ مبارک کی زیارت کا موقع اسے از خود مل جائے گا ___ یوں اس کا عمل حدیثِ رسولؐ کے خلاف بھی نہیں ہوگا اور قبرِ مبارک کی زیارت کا شرف

بھی اسے حاصل ہو جائے گا۔

یہ تفقہ اور احتیاط کی ایک عمدہ مثال تھی، لیکن بدعت پرستوں نے امام ابن تیمیہؒ کے اس نقطۂ نظر کو مسخ کرنے کی، اور اس بنیاد پر انہیں بدنام کرنے کی، مذموم سعی کی ہے۔ حالانکہ امام موصوف علیہ الرحمۃ نے یہ نہیں کہا ہے کہ قبرِ نبویؐ کی زیارت ناجائز ہے، بلکہ وہ اس کا جواز تسلیم کرتے ہیں۔ البتہ حدیثِ رسولؐ کے تقدس کے پیشِ نظر اس احتیاط کی تلقین کرتے ہیں کہ سفر کرتے وقت نیت مسجدِ نبویؐ کی رکھی جائے، وہاں جا کر پھر قبر کی زیارت بھی کر لی جائے۔

امام موصوف کا یہ نقطۂ نظر مذکورہ دلائلِ شرعیہ اور صحابہ کرامؓ و تابعینِ عظامؒ کے کردار و عمل کے بالکل مطابق ہے۔ کاش یہ لوگ بدعت و تعصّب کی عینک اُتار کر اسے دیکھیں۔

قبر پر کھڑے ہو کر کیا پڑھا جائے؟

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ اطہر پر کھڑے ہو کر کیا پڑھا جائے؟ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا یہ عمل نقل ہوا ہے کہ وہ: "اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ" پڑھا کرتے تھے۔ اس لیے اگر کوئی یہ پڑھنا چاہے تو یہ بھی پڑھ سکتا ہے۔ البتہ اس کا عقیدہ یہ نہیں ہونا چاہیئے کہ آپؐ یہ صلوٰۃ و سلام سُن بھی رہے ہیں۔ بعض روایات میں جو یہ آتا ہے کہ "قریب سے درود پڑھنے والے کی آواز میں سنتا ہوں" یہ روایت سنداً صحیح نہیں، اس لیے سُنانے کی نیت سے نہ پڑھا جائے۔ صرف سُنّت سمجھ کر سلام پڑھا جائے کہ آپؐ ہی کا فرمان ہے کہ جب تم قبر والوں کے پاس سے گزرو تو "السَّلَامُ علیکم یا اهل القبور..." پڑھا کرو۔ اس اعتبار سے قبرِ مبارک پر کھڑے ہو کر سلام پڑھنا مسنون عمل ہے۔ علاوہ ازیں عام مسنون دعا "السَّلَامُ علیکم یا اهل القبور......." اور درودِ ابراہیمی بھی پڑھا جا سکتا ہے!